سورۃ فاتحہ کا عرفان حاصل کریں۔اس میں انسان کی سوچوں کے جتنے پہلو بھی ہیں ان تمام کی سیرابی کی گئی۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ نومبر ۱۹۹۰ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

بہت سے دوست مختلف ممالک سے جو خطوط لکھتے ہیں ان میں بارہا اس سوال کا اعادہ کیا جاتا ہے یعنی تکرار سے بار بار مختلف دوستوں کی طرف سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ عبادت میں مزا پیدا کرنے کی کیا ترکیب ہے؟ بعض لوگ علمی پیاس بجھانے کی خاطر بغیر کسی ہیجان کے لکھتے ہیں اور بعض معلوم ہوتا ہے شدید اعصابی دباؤ کا شکار ہیں۔ بہت کوشش کرتے ہیں، بہت زور مارتے ہیں لیکن عبادت میں مزا نہیں آتا۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو عبادت کے بیرونی دروازے تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں اور عبادت کو چھوڑ کر جانے کا قصد کر چکے ہوتے ہیں اور وہ گویا مجھے آخری تنبیہہ کر رہے ہوتے ہیں کہ ابھی بھی ہمیں سمجھا لو اور بچا لو ورنہ پھر اگر ہم نے عبادت سے منہ موڑ لیا تو ہم ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

مختلف دوستوں کو میں مختصراً مختلف جواب دیتا ہوں لیکن یہ مضمون اتنا اہم ہے کہ باوجود اس کے کہ اس سے پہلے بھی اس پر روشنی ڈال چکا ہوں مگر میں سمجھتا ہوں کہ مختلف پہلوؤں سے، مختلف زاویوں سے بار بار اس مضمون کو جماعت کے سامنے کھولنا چاہئے۔ آج کے خطبے میں مَیں سورۂ فاتحہ کے نقطۂ نگاہ سے اس پر روشنی ڈالوں گا۔

سورۃ فاتحہ میں درحقیقت تمام سوالات کا حل ہے اور کوئی بھی ایسی مشکل نہیں جسے یہ کُشا نہ کر دے اسی لئے اس کا نام فاتحہ رکھا گیا یعنی ہر چیز کو کھولنے والی چابی۔ اگر آپ اس سورۃ پر غور کریں تو کوئی دنیا کا ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کی کنجی اس میں آپ نہیں پائیں گے۔ مختصر تعارف اس کا یہ ہے کہ اسے اُم الکتاب بھی کہا گیا ہے یعنی قرآن کریم کی ماں ہے اور اور بھی بہت سے اس کے نام ہیں۔ اس کی سات آیات ہیں اور سات ہی مضامین پر اس میں بحث کی گئی ہے اور ہر انسان اپنی ہر نماز کی ہر رکعت میں اس کو ادا کرتا ہے۔ یہ وہ سورۃ ہے جو ہر مسئلے کا حل اپنے اندر رکھتی ہے خود اس کے متعلق بھی سوال اُٹھتے ہیں اور اٹھائے جاتے ہیں کہ ایک ہی سورۃ ہم مسلسل پڑھتے چلے جائیں تو آپ خود ہی کہیں کہ کیا بوریت نہیں ہوگی؟ ایک ہی جیسے الفاظ عیسائی تو ہفتے میں ایک دفعہ یعنی اتوار کے دن جا کر کچھ سنتے یا کوئی باتیں دہراتے ہیں لیکن مسلمان ہر روز ہر نماز میں جو پانچ دفعہ پڑھی جاتی ہے اور اس کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا اعادہ ضرور کرتا ہے اور اس کو تکرار سے پڑھتا چلا جاتا ہے۔ ایک ہی کھانا اگر روز کھایا جائے تو انسان تنگ آ جاتا ہے۔ دیکھئے یہود اسی وجہ سے کتنی بڑی ٹھوکر کھا گئے تھے کہ کھلم کھلا خدا کی نعمت کے خلاف بغاوت کی کہ ہم ایک نعمت پر ہمیشہ کے لئے راضی نہیں رہ سکتے۔ ہمیں تو مختلف قسم کے کھانے دیئے جائیں۔ کون انسان ایک کھانا روزانہ کھائے۔ اِس مصیبت سے تو مذہب سے دور بیٹھنا ہی بہتر ہے۔ جب تحریک جدید کا آغاز ہوا تو احمدیوں کے لئے بھی کچھ اسی قسم کا ابتلاء آیا تھا۔ غرباء تو ایک کھانے پر راضی ہوتے ہی ہیں لیکن تحریک جدید نے جب ایک کھانا کہا تو امراء کو بھی اس کا پابند کر دیا۔ لیکن اس میں اور یہود کے ابتلاء میں ایک بہت بڑا فرق تھا یہود کا ابتلاء یہ تھا کہ ایک کھانا اور روزانہ ایک ہی کھانا۔ قسم میں بھی تبدیلی نہیں ہوگی لیکن تحریک جدید کے پروگرام میں تو روزانہ آپ صبح سے شام، شام سے صبح قسمیں تبدیل کر سکتے تھے۔ تو بہت بڑے ابتلاء میں ڈالے گئے تھے اور آخر ایک بڑا حصہ اس میں ناکام رہا مگر بعید نہیں کہ اس میں بھی وہی مضمون ہو جو سورۃ فاتحہ سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی ظاہری طور ہر ایک کھانا بھی ان کو دیا گیا ہوگا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ روحانی غذا کا زیادہ ذکر ہے۔ کوئی ایسی روحانی غذا ان پر لازم کی گئی ہے جسے انہیں ہمیشہ باقاعدہ تکرار کے ساتھ دہراتے چلے جانا تھا اور جس سے چمٹے رہنا تھا۔ پس ظاہری طور پر بھی ایک کھانا اور روحانی لحاظ سے بھی ایک کھانا یہ تو دہرے ابتلا میں مبتلا ہو گئے۔ قرآن مجید نے جب سورۃ فاتحہ کو اُم الکتاب

قرار دیا اور بار بار دہرائی جانے والی آیات قرار دیا تو یہی وہ مضمون ہے جس کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے ہر نماز کی ہر رکعت میں اسے پڑھنا فرض قرار دے دیا اور بار بار دہرائی جانے لگی یعنی نمازوں میں یہ ام الکتاب یا سورۃ فاتحہ بار بار دہرائی جانے لگی۔

اب میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ یہ وہ ایک ایسی بار بار پڑھی جانے والی سورۃ ہے جس کے اندر اس کے متعلق اٹھائے جانے والے سارے سوالات کا جواب ہے۔ سورۃ فاتحہ کی اس مناسبت کے ساتھ تفسیر کرنا جو میں ذکر چلا رہا ہوں بہت ہی زیادہ وقت چاہتا ہے لیکن میں کوشش کرتا ہوں کہ مختصر وقت میں اس مضمون کا تعارف آپ کو کروادوں تا کہ بعد میں آپ سوچتے رہیں اور اس سے استفادہ کریں۔

جو سات مضامین اس میں بیان ہوئے ہیں ان میں سے چار صفات باری تعالیٰ ہیں اور ایک عبادت کا عہد ہے اور ایک استعانت ہے یعنی مدد مانگنا اور ایک ہدایت کا ذکر ہے یعنی ہدایت طلب کرنا۔ یہ سات باتیں اس میں بیان ہوئی ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۳ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (الفاتحہ: ۲ تا ۴) یہاں جو لفظ اَلْحَمْدُ ہے اس کا اس سارے مضمون سے تعلق ہے۔ پس سورۃ فاتحہ میں صفات باری تعالیٰ چار ہیں لیکن حمد ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک دائمی لازمی ہمیشہ کا تعلق رکھتی ہے اور بعد میں بھی جتنے مضامین بیان ہوئے ہیں ان سب کا حمد سے تعلق ہے۔

پس حمد سورۃ فاتحہ کا ایک رنگ ہے۔ اسی لئے اسے الحمد بھی کہا جاتا ہے۔ جہاں تک حمد کا تعلق ہے یہ چونکہ ہر مقام شکر پر ادا کی جاتی ہے اس لئے جب بھی ہم نے خدا کا شکر ادا کرنا ہو تو الحمد کو شکر کے معنوں میں بھی ادا کرتے ہیں یعنی جب بھی کہنا ہو۔ اَے خدا! ہم تیرے بے حد ممنوں ہیں، تو نے بہت احسان کیا، تیرا شکریہ، تو الحمد للہ منہ سے نکلتا ہے گویا حمد اور شکر دونوں ہم معنی ہو گئے اور کثرتِ استعمال نے یہ معنی حمد کو عطا کر دیئے ہیں۔ تو سب سے پہلی بات جو سورۃ فاتحہ ہمیں بتاتی ہے جس کا ساری سورۃ فاتحہ کے مضمون سے تعلق ہے وہ حمد ہے اگر حمد کا لفظ بغیر سوچے ادا کر دیا جائے تو باقی سارے مضامین خالی رہیں گے کیونکہ حمد کا دروازہ وہ دروازہ ہے جس سے داخل ہو کر سورۃ فاتحہ کے باقی مضامین سمجھ آتے ہیں اور ان میں رس بھرتا ہے۔ تو پہلی نصیحت تو یہ کہ سورۃ فاتحہ جب پڑھتے ہیں تو لفظ الحمد پر ٹھہر کر غور تو کیا کریں کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ سب تعریف، ہر قسم کی تعریف، مکمل تعریف خدا ہی کے لئے ہے۔ ایسا شخص جس کو نماز میں مزا نہیں آتا اس کے قبلے جدا ہوتے ہیں، اس لذت

یابی کی راہیں الگ ہوتی ہیں، اس کے سامنے کوئی دوست ہوتا ہے، کوئی مطلوبہ چیز ہوتی ہے کوئی اور ایسی طلب ہوتی ہے جس کے ساتھ اس نے اپنی حمد کو وابستہ کیا ہوتا ہے۔

پس لذت تو وہاں آتی ہے جہاں لذت کا قبلہ ہو۔ اگر قبلہ اور طرف ہو اور آپ کا منہ اور طرف ہو تو آپ کو بے چینی پیدا ہوگی لذت نہیں آئے گی۔ پس لفظ حمد پر غور کرنا بہت ضروری ہے اور اس کا آسان طریق یہ ہے کہ اپنی ذات کا تجزیہ کیا جائے اور انصاف کے ساتھ اور تقویٰ کے ساتھ انسان پہلے یہ تو معلوم کرے کہ مجھے کون کون سی چیزیں اچھی لگتی ہیں۔ کون کون سی چیزیں ایسی ہیں جن سے مجھے پیار ہے۔ ان چیزوں کو اگر نماز کے ساتھ باندھ دیا جائے تو نماز بھی اچھی لگنے لگے گی۔ اس مضمون پر غور کرتے ہوئے حقیقت میں انسان کو بڑی وسیع نظر سے اپنی ساری زندگی اور اس کے مقاصد کا جائزہ لینا پڑے گا اور وسیع نظر سے ہی نہیں بلکہ گہری نظر سے بھی اور جب انسان اپنے حمد کے مقامات کا تعین کرلے کہ میرے نزدیک یہ چیز باعثِ حمد ہے۔ یہ چیز قابل حمد ہے، یہ چیز تعریف کے لائق ہے تو اس وقت الحمد للہ کا ایک اور مضمون اس کے سامنے اُبھرے گا۔ وہ جب غور کرے گا تو جو چیز بھی اس کو اچھی لگتی ہے اس کو اچھا بنانے میں خدا کی تقدیر نے کام کیا ہے اور خدا چاہے تو اس کو اچھا رکھے گا۔ جب چاہے گا وہ اچھی نہیں رہے گی اس کی اچھائی ذاتی نہیں اور دائمی نہیں۔ بعض دفعہ ایک چیز ایک خاص حالت میں اچھی لگتی ہے۔ اچھا نیا بنا ہوا گھر ہے، بہت ہی خوبصورت لگتا ہے۔ اس کے ساتھ انسان کی طبعی حمد وابستہ ہو جاتی ہے لیکن پچاس، ساٹھ، ستر سال کے بعد جب اس کی چولیں ڈھیلی ہو جائیں، جب وہ جراثیم سے بھر جائے، ہر طرف اس کا رنگ اجڑ جائے۔ اس کا نقشہ بدلنے لگے، چیزیں ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں تو اسی گھر سے وحشت ہوگی۔ حمد رفتہ رفتہ اس کو چھوڑ دے گی۔ ایک خوبصورت چیز سے محبت ہے۔ جب تک اس کی خوبصورتی قائم ہے، اس وقت تک طبعاً اس کی طرف رغبت ہوگی اور جب خوبصورتی مٹ جائے تو پھر یا تو انسان اس سے متنفر ہو کر دور بھاگنے لگتا ہے یا اگر وہ صاحب وفا ہے تو ایک اور صفت اس کے کام آتی ہے اور وفا اس کو اس کے ساتھ تعلق قائم رکھنے پر مجبور کرتی چلی جاتی ہے لیکن وہ طبعی بے اختیار محبت جو حسن کے ساتھ وابستہ ہے وہ ویسی نہیں رہ سکتی اسی لئے وفا اور جفا میں یہی فرق ہے۔ حسن اگر ہو گا تو نہ وفا کی ضرورت ہے نہ جفا کا سوال۔ جب حسن مٹ جائے یا پیچھے ہٹنے لگے تبھی دو مضامین آگے بڑھتے ہیں اور صاحب وفا کا

تعلق اس چیز سے قائم رہتا ہے جو حسن چھوڑ بیٹھی ہے اور صاحب جفا اس سے آنکھیں بدل لیتا ہے۔تو امر واقعہ یہ ہے کہ الحمدللہ کی ایک تفسیر ان چیزوں پر غور کرنے سے بھی آپ کے سامنے ابھرے گی ۔ جو چیز بھی آپ کو پیاری ہے اس پر آپ غور کر کے دیکھ لیں، اس کا حسن دائمی نہیں ۔اس کی لذت دائمی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں لذت موجود بھی ہوتو سیری کے بعد آپ کی نظر میں اسکی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ جو چاہیں مزیدار کھانا آپ کھائیں، آپ کو میسر ہو کثرت کے ساتھ عین آپ کی خواہشات کے مطابق تیار ہوا ہو۔ جب پیٹ بھر جائے گا تو اس کی حمد ختم ہو جائے گی۔ دوبارہ جب آپ کو کوئی دے گا تو آپ پہلے تو تکلف سے مسکرا کر کہیں گے کہ نہیں نہیں کوئی ضرورت نہیں ۔اگر وہ زبردستی کھلائے گا تو آپ کا دل چاہے گا کہ اس کو جوتیاں ماریں کہ اس نے کیا مصیبت ڈالی ہوئی ہے۔ بچے چونکہ بے تکلف ہوتے ہیں وہ صاف ماؤں کے منہ پر بات مارتے ہیں کہ بس نہیں کھانا۔ جو مرضی کر لیں تو حمد حسن کے ہوتے ہوئے بھی ختم ہو جایا کرتی ہے لیکن ایک ذات ہے جس نے وہ حمد ان چیزوں میں رکھی ہے۔

اس کی حمد دائمی ہے۔ وہ ذاتی حمد ہے اور اسی نے پیدا کی ہے جب چاہے وہ حمد چھین لے۔ جب ان باتوں پر آپ غور کرتے ہیں تو آپ کا ہر قبلہ خدا کی طرف اشارہ کرنے لگتا ہے اور قبلہ اپنی ذات میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ چنانچہ غالب نے اسی مضمون کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ یعنی ان معنوں میں تو نہیں کہ سورۃ فاتحہ سے تعلق میں لیکن چونکہ وہ صوفیانہ مزاج بھی رکھتا تھا، اس لئے بعض دفعہ اچھی اچھی حکمت کی باتیں بیان کر دیا کرتا تھا، کہتا ہے۔

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود
قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں (دیوان غالب صفحہ:۱۴۶)

کہ ہم بظاہر قبلے کی طرف منہ کرتے ہیں لیکن ہمارا مسجود قبلے سے پرے ہے۔ قبلہ فی ذاتہٖ مسجود نہیں ہے۔ جو نظر رکھنے والے لوگ ہیں، صاحب نظر لوگ وہ قبلہ کو قبلہ نما کہتے ہیں قبلہ دکھانے والا۔ تو اس نگاہ سے اگر آپ کائنات کی کسی چیز کو بھی دیکھیں تو ہر چیز کے ساتھ حمد کا تصور وابستہ ہے اور ہر چیز قبلہ نما بن جاتی ہے۔ پس صرف وہی چیزیں نہیں جو آپ کے لئے محمود ہیں اور آپ کو محبوب ہیں بلکہ کسی چیز پر بھی نظر ڈالیں کوئی چیز بھی حمد سے خالی نہیں اور اس کے ساتھ ہی فرمایا لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور ربوبیت کا حمد سے ایک بہت گہرا تعلق ہے۔ میرے لئے تو ممکن نہیں ہوگا کہ حمد کے مضمون کو ان

سات مضامین سے باندھ کر تفصیل سے یہاں بیان کروں لیکن یہ نمونہ آپ کو دے رہا ہوں تا کہ ان باتوں پر غور کر کے اپنی نمازوں کے ان سات برتنوں کو ایسے رس سے بھر دیں کہ ہر برتن میں آپ کے لئے ایک تسکین بخش شربت موجود ہو جسے پی کر آپ لذت حاصل کریں۔

اب ربوبیت کے مضمون کے ساتھ حمد کا جو تعلق ہے وہ بہت ہی گہرا اور بہت ہی وسیع ہے۔ میں نے آپ کے سامنے کھانے کی مثال پیش کی۔ کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ کھانا جب فضلے میں تبدیل ہو جاتا ہے، گندگی اور بدبو میں تبدیل ہو جاتا ہے تو پھر کہاں حمد اس میں باقی رہ سکتی ہے اور حمد کے مضمون کو میں اس کے ساتھ کس طرح باندھوں گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نظر گہری کر کے دیکھو ربوبیت کا اس کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہے کیونکہ جو چیز تمھارا گند ہے۔ وہ خدا کی کائنات میں بعض اور مخلوقات کے لئے ایک نعمت ہے اور وہ نعمت مختلف شکلوں میں اس کی دوسری مخلوق کو پہنچ رہی ہے۔ ایسی بدبودار کھاد جس کے پاس سے گزرا بھی نہیں جاتا وہ پودوں کے لئے ایک نعمت ہے۔ اسی سے رنگ برنگ کے پھول اور خوشبوئیں میں پیدا ہوتی ہیں اور وہ رزق پیدا کرتی ہیں جو آپ کے لئے حمد بن جاتا ہے۔ تو کیسا عظیم مضمون ہے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کی حمد کا کہ کوئی ایک پہلو بھی کائنات کا ایسا نہیں جو استعمال ہونے کے بعد بھی حمد کے مضمون سے خالی ہو۔ ہاں ایک طرف سے خالی ہوتا ہے دوسری طرف سے بھر جاتا ہے ایک کی ربوبیت کرتا ہے جب اس کی پیاس بجھا دیتا ہے تو خدا کی ایک اور مخلوق کی ربوبیت لئے تیاری کرتا ہے۔

پس اس پہلو سے جب آپ کائنات پر نظر ڈالیں تو کوئی ایک زندگی کا ذرہ بھی نہیں ہے جو کسی نہ کسی حالت میں کسی چیز کے لئے باعث حمد نہ ہو۔ عالمین نے اس بات کو کھول دیا ہے کہ تم خدا کو اپنی طرح ایک چھوٹی ذات نہ سمجھا کرو جب اس کی طرف حمد منسوب کرو اور اس کی ذات میں حمد تلاش کرو تو رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے طور پر حمد تلاش کرو اور ساری کائنات کی ربوبیت کے لئے اس نے جو نظام جاری فرمایا ہے اس پر غور کرو تو تمھاری نظر چندھیا جائے گی۔ ساری زندگی لمحہ لمحہ بھی تم غور کرتے چلے جاؤ گے تو یہ مضمون ختم نہیں ہوگا، ناممکن ہے اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ اس زمین میں اور زمین کی ایک فضا میں جو اس زمین کا حصہ ہی ہے جتنی بھی مختلف قسم کی کیمیاء موجود ہیں مختلف قسم کے ذرات موجود ہیں یہ تمام کے تمام مختلف شکلوں میں ڈھلتے چلے جاتے ہیں اور ایک پہلو سے استعمال ہوتے

ہیں تو پھر ایک دوسرے پہلو کے لئے تیار ہو کر نکل جاتے ہیں اور کوئی waste نہیں۔ضیاع کا کوئی تصور نہیں ہے۔ناممکن ہے کہ ہم خدا کی اس زمین اور اس کے جوّ میں سے ایک ذرہ بھی ضائع کر سکیں کیونکہ وہ دوبارہ ری سائیکل Recycle ہوتا ہے اور یہ توازن اتنا عظیم الشان ہے کہ اتنی بڑی زمین، اتنی بڑی اس کی جوّ اور ان گنت ذروں پر مشتمل، لیکن ایک ذرہ بھی بلا مبالغہ اس میں سے ضائع نہیں ہو رہا۔جس طرح چاہیں آپ اس کو استعمال کر کے اس کا حسن چاٹ جائیں، اس کو ختم کر دیں۔وہ جو بھی نئی شکل اختیار کرے گا کسی اور پہلو سے وہ جلوہ دکھانے لگے گا کسی اور کے لئے حسین بن کر ابھرے گا۔ایک کا زہر ہے تو دوسرے کے لئے تریاق بن جائے گا ایک کی تریاق ہے تو وہ کچھ دیر کے بعد اس کے لئے زہر بنتی ہے اور ایک اور کیلئے تریاق بنتی ہے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھتے وقت اگر انسان ٹھہر کے سوچے اور خدا تعالیٰ کی ذات کی وسعت اور عظمت کا تصور کرے اور جس طرف نظر ڈالے وہاں حمد ہی کا مضمون دکھائی دے تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایک انسان ساری عمر سورۃ فاتحہ پڑھتے وقت صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کا حق ادا کر سکے، بالکل ناممکن ہے۔پس کون کہتا ہے کہ یہ بار بار دہرائی جانے والی ''اُمّ الکتاب'' انسان کے لئے بوریت اور اکتاہٹ کا مضمون پیدا کرتی ہے، اکتاہٹ کے مواقع پیدا کرتی ہے ہرگز نہیں، ہر انسان کی اکتاہٹ اس کے اندر سے پیدا ہوتی ہے۔اگر اسے محبت کا سلیقہ نہیں تو ہر چیز سے وہ اکتا جائے گا، اچھی سے اچھی چیز بھی اس کو بھلی معلوم نہیں ہوگی۔پس اگر اکتاہٹ سے پناہ مانگنی ہے تو تو اپنے اندر محبت کا سلیقہ پیدا کریں۔آپ دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ کسی بات سے بھی خوش نہیں ہوتے۔ان کے ماتھے پر تیوری چڑھی ہوئی، جو چیز مرضی دیں کہ نہیں جی! فضول بکواس۔ہر چیز پر تنقید کرتے، ہر چیز ان کو بری لگتی ہے۔قنوطی جیسے، جہاں جاتے ہیں لوگوں کو مصیبت پڑ جاتی ہے۔اس لئے نہیں کہ ان کے سامنے خدا کی کائنات حمد سے خالی ہوتی ہے۔اس لئے نہیں کہ دنیا میں اچھے لوگوں کا فقدان ہوتا ہے یا خوبیاں ہی دنیا سے غائب ہو چکی ہوتی ہیں۔

پس ان کے اندر ایک یبوست پائی جاتی ہے، ایک ایسی خشکی ہوتی ہے جو ان کو محبت سے عاری کر دیتی ہے۔پس اگر محبت کی نظر پیدا کریں یعنی حسن دیکھنے اور اس سے استفادے کی نظر پیدا کریں تو خدا تعالیٰ کی حمد آپ کو ساری کائنات میں عظیم تر وسعتوں کے ساتھ اس طرح بکھری ہوئی

اور پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہے کہ ایک ذرے کے دل میں بھی آپ اتر جائیں تو اس میں بھی حمد کا ایک نیا جہان آپ کو دکھائی دینے لگے گا۔

پھر خدا رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بھی ہے۔ان صفات باری تعالیٰ کے ساتھ آپ حمد کو باندھیں تو پھر آپ دیکھیں کتنے کتنے نئے حسین نقشے کائنات کے آپ کے سامنے ابھرتے ہیں اور ہر نقشے کے ساتھ خدا کی ہستی کا تصور وابستہ ہوتا ہے ہر حسین چیز کو خدا تعالیٰ حسن عطا کر رہا ہوتا ہے۔تو وہ نماز لذت سے کیسے خالی ہو جاتی ہے جس نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی ہو اور بے پناہ حسن کے جہان وہ ایک نظر کے سامنے کھولتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ آپ وقت نہ ہونے کی وجہ سے یا غور کی زیادہ قوت نہ پانے کی وجہ سے استطاعت نہ رکھنے کی وجہ سے آگے گزر جائیں تو آپ کی مرضی ہے ورنہ سورہ فاتحہ کے ہر لفظ پر ٹھہر جائیں تو ساری زندگی اس ایک لفظ میں گزر سکتی ہے اور بغیر اکتاہٹ کے گزر سکتی ہے۔ایک عجیب مضمون ہے ہر ہر لفظ میں جو آگے ایک پورا جہاں بناتا چلا جاتا ہے۔ پھر اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا مضمون ہے۔عبادت کا حمد سے بہت گہرا تعلق ہے اگر حمد نہیں ہوگی تو عبادت بھی نہیں ہوگی اور یہ دعویٰ کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ صرف تیری عبادت کرتے ہیں، ایک بہت بڑا دعویٰ ہے جو حمد کے مضمون سے گزرے بغیر بالکل چھوٹا بن جاتا ہے۔جب تک انسان یہ اقرار نہ کرے اور پورے صدق دل سے اس اقرار کو سمجھ کر اس کا قائل نہ ہو کہ تمام حمد خدا کے لئے ہے اس وقت تک تمام عبادات خدا کے لئے ہو ہی نہیں سکتی۔اگر حمد کا کوئی پہلو کسی اور کے لئے ہے تو تو عبادت کا ہر پہلو خدا کیلئے نہیں ہوسکتا۔یہ ایک ایسی حسابی بات ہے جس کے اندر کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔یہ Equation ہے ایک Mathematics کی اور ایسی قطعی ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس Equation کو بدل نہیں سکتی۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو جو اتنا عظیم مقام عطا ہوا کہ کائنات کی ہر چیز تو درکنار ہر نبی سے آگے بڑھ گئے۔تو اس مسئلے کو سمجھنے کا آخری نقطہ یہ ہے کہ آپ کی ساری حمد بلا استثناء خدا کے لئے ہوگئی تھی۔اس لئے ایک وہ شخص تھا جو جب یہ کہتا تھا کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ تو کامل طور پر اس اقرار میں سچا تھا ﷺ کیونکہ واقعۃً آپ کی ساری حمد خدا کے لئے تھی اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ہم جب خدا سے مدد مانگتے ہیں تو اس سے پہلے یہ اقرار کر رہے ہوتے

ہیں کہ اے خدا! ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ ہر شخص کی نیت یہی ہوگی اس سے تو کوئی انکار نہیں ہو سکتا یعنی انکار کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں لیکن یہ قطعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ کلیۃً اس مومن کا حق حضرت محمد ﷺ نے ادا فرمایا اور پھر وہی ادا کر سکتا ہے جو آپؐ کا کامل غلام ہو۔

اب جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتا یعنی دعا کرنے والا قطعی طور پر خدا ہی کی عبادت کرتا ہے اور کسی اور کی عبادت نہیں کرتا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مدد اسی سے مانگے گا اور کوئی مدد کے لئے رہا ہی نہیں کیونکہ جب معبود اٹھ گئے تو معبود تو ہوتے ہی وہ ہیں جن کے سامنے انسان اپنی ساری ہستی جھکا دیتا ہے اور اس سے بڑا اور کسی کو نہیں دیکھتا۔اس کے بعد اور کون سا دروازہ رہ جاتا ہے جس کو کھٹکھٹانے کیلئے وہ اپنی ضروریات کی خاطر جائے گا۔پس اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا مضمون اِيَّاكَ نَعْبُدُ سے ازخود پیدا ہوتا ہے اور اتنا ہی پیدا ہوتا ہے جتنا اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں سچائی پائی جاتی ہے، اس سے زیادہ نہیں۔پس اگر کسی کی عبادتیں حمد سے خالی ہوں اور حمد غیروں کے لئے ہو خواہ بظاہر اس کی عبادت کرے یا نہ کرے تو اس کی حمد سکڑ کر چھوٹی سی رہ جاتی ہے۔کہتا تو یہی ہے کہ اے خدا! میں صرف تیری عبادت کرتا ہوں مگر جو موحد ہو اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اے خدا! میری نیت یہی ہے کہ تیرے سوا کسی کی عبادت نہ کروں لیکن اس کی حمد چونکہ دنیا میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے اور لوگ خود قبلہ بن چکے ہیں، بجائے اس کے کہ وہ قبلہ نما ہوں۔اس پہلو سے اس کی عبادت جتنا حمد سے خالی ہوتی ہے اتنا ہی سکڑ کر اس طرح بن جاتی ہے جیسے کوئی فالج زدہ جسم ہو۔ہاتھ سکڑ کر پہلو کے ساتھ بغیر طاقت کے لٹک جاتا ہے۔ہاتھ تو رہتا ہے۔اس طرح عبادت کی ظاہری شکل تو رہے گی لیکن چونکہ حمد سے خالی ہوگی اس لئے وہ جان سے خالی ہوگئی وہ زندگی سے خالی ہوگی، غور سے خالی ہوگی، وہ طاقت سے خالی ہوگی، وہ اثر سے خالی ہو گی اور اسی نسبت سے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں کمزوری آجائے گی۔خدا کی تقدیر اندھی تو نہیں ہے، خدا کی تقدیر تو اتنی صاحب بصیرت ہے کہ ان باریک ترین چیزوں کو بھی دیکھتی ہے جن پر انسان کی نظر پڑ ہی نہیں سکتی۔ اللہ کی تقدیر ازخود اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا جواب بنتی ہے لیکن یہ دیکھ کر کہ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں کتنی استطاعت ہے۔مانگنے کی استطاعت دیکھی جاتی ہے ظرف کے مطابق دیا جاتا ہے۔پس ایسا شخص جس کی عبادت چھوٹی سی رہ گئی ہو اس کی استعانت کا جواب بھی اتنا ہی ملے گا اور اس میں کوئی ظلم

نہیں۔ یہ اس بات کا ایک طبعی منطقی نتیجہ ہے۔ آپ جب خدا سے یہ عرض کرتے ہیں کہ صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں تو جواب میں یہ مل سکتا ہے کہ تو فلاں کا بھی دروازہ کھٹکھٹا تا ہے، فلاں کا بھی کھٹکھٹا تا ہے۔ تیرے نزدیک فلاں شخص اتنی عظمت رکھتا ہے کہ جب سچ اور جھوٹ کا سوال ہو تو اس کی عظمت کے سامنے تو سچ کو قربان کرتے ہوئے بھی جھک جاتا ہے تیرے ذہن میں فلاں چیز کی اتنی طاقت ہے کہ اس سے مدد مانگنے کی خاطر تو ہر اس فعل پر آمادہ جاتا ہے جس کو خدا نے منع کیا ہوا ہے غرضیکہ ایک بہت ہی تفصیلی مضمون ہے اور روزمرہ کی زندگی میں جب ہم اپنی ذات پر اور اپنے گردو پیش پر چسپاں کرتے ہیں تو آدمی اگر صاحب ہوش ہو تو اس کے ہوش اڑ جائیں۔ ساری عمر عبادتوں میں اگر وہ مغز ڈھونڈنے لگے تو اتنا تھوڑا ملے گا جیسے جلے ہوئے گھر سے انسان اپنی کوئی چھوٹی سی چیز تلاش کر رہا ہو۔

پس جو عبادتیں خالی ہوں گی وہ کیا مانگیں گی؟ کیونکہ ہر مانگنے کے جواب میں، ہر سوال کے جواب میں خدا کی تقدیر اسے یہ کہہ رہی ہوگی کہ نہ نہ تم ایسی باتیں نہ کرو، تکلف نہ کرو، تم دوسروں کی عبادت کیا کرتے تھے خواہ ظاہری طور پر نہ سہی لیکن جب مدد مانگنے کا وقت آتا تھا تو کسی اور کو طاقتور سمجھتے تھے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا کرتے تھے اس لئے بے تکلفی سے صاف حق کا اقرار کرلو۔ بات یہ ہے کہ تم میرے دروازے کھٹکھٹانے کے اہل ہی نہیں ہو۔ جس کی حمد تمہارے دل میں ہے۔ جس کی حقیقی عبادت کرتے ہو اسی سے مانگو اگر وہ تمہیں کچھ دے سکتا ہے۔

پس یہ جو فرق ہے بعض دعائیں قبول ہوتی ہیں اور بعض نہیں۔ آنسو فرق نہیں پیدا کیا کرتے۔ بعض لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ ہمیں عبادت میں کس طرح مزا آئے ہم تو روتے روتے سجدہ گاہوں کو تر کر دیتے ہیں مگر ہماری مطلوبہ چیز ہمیں نہیں مل رہی۔ ان کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ جس چیز کو وہ خدا بنا بیٹھے ہوں پھر اس سے اسی کا وجود مانگیں کیونکہ جب وہ اتنی زیادہ پیاری لگنے لگ گئی ہو کہ وہی قبلہ بن چکی ہو اور خدا کی طرف حمد صرف لفظوں سے منسوب کی جا رہی ہو اور فی الحقیقت خدا کی کائنات میں دوسری مختلف چیزیں انسان کی نظر میں محمود بن گئی ہوں، قابل حمد بن گئی ہوں تو جب وہ خدا کے حضور روتا ہے تو حمد کی وجہ سے نہیں روتا۔ وہ اس وجہ سے روتا ہے کہ اس کی طلب پوری نہیں ہو رہی۔ بیمار جب چیخیں مارتا ہے تو کسی تکلیف کی وجہ سے چیخیں مارتا ہے۔ ضروری نہیں کہ اس کی چیخوں سے اس کا علاج ہو جائے علاج تو علاج کے علم کے ساتھ ہوتا ہے۔

پس عبادات میں بھی ایک سائنس ہے۔ دعاؤں کی بھی ایک سائنس ہے۔ جو دعائیں مستجاب ہونے کا حق رکھتی ہیں وہی مستجاب ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ وہ آنسوؤں سے خالی بھی، ابھی دعا نہ بھی بنی ہو تب بھی وہ مقبول ہو جاتی ہے اور اس کا راز اسی میں ہے کہ سورہ فاتحہ کو آپ سمجھیں اور حمد کے مضمون کو خدا تعالیٰ کی چار صفات پر اطلاق کرتے چلے جائیں پھر جب اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کہیں تو اپنے نفس کا جائزہ لیں اور غور کریں کہ کہاں کہاں آپ کی عبادت واقعۃً حمد سے لبریز ہے اور کہاں کہاں خالی ہے۔ اپنی روزمرہ کی زندگی کے حالات پر نظر ڈالیں تو اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کا مضمون ہی ایک ایسا مضمون ہے جو آپ کے قدم روک لے گا اور آپ کبھی بھی اس مضمون سے نئے نکات حاصل کیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ سورۃ فاتحہ کا ایک مضمون بھی ایسا نہیں جسے انسان ساری زندگی کے غور وخوض کے بعد ختم کر سکے۔ تو بتائیے کون سی اکتاہٹ کا مقام ہے، اکتاہٹ کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ اکتاہٹ تو ہوتی ہے جب ایک چیز بار بار اسی شکل میں سامنے آئے۔ خدا تعالیٰ کا قرآن کریم میں یہ تعارف ملتا کہ كُلَّ يَوۡمٍ هُوَ فِىۡ شَاۡنٍ ۚ﴿۳۰﴾ فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (الرحمٰن: ۳۰، ۳۱) خدا کی ہستی ایسی ہے کہ ہر لحظہ اس کی شان بدل رہی ہے، اس سے انسان کیسے بور ہو سکتا ہے۔ اگر بدلتی ہوئی شان دیکھنے کی استطاعت کسی میں پیدا ہو جائے، اسے ایسی آنکھیں نصیب ہو جائیں جو بدلتی ہوئی شان کو دیکھ سکیں تو اس کے لئے تو خدا تعالیٰ کبھی پرانا ہو ہی نہیں سکتا اور سورۃ فاتحہ کے شیشوں سے آپ خدا کی بدلی ہوئی شان دیکھ سکتے ہیں۔ یہ سورۃ فاتحہ وہ آلہ ہے، جیسے دوربین یا خوردبین یا اسی قسم کے کیمرے استعمال کئے جاتے ہیں۔ بعض چیزوں کو خاص نہج سے قریب سے دیکھنے کے لئے اسی طرح سورۃ فاتحہ کو بھی ایک صاحب بصیرت انسان خدا تعالیٰ کی صفات دیکھنے اور اس کی نئی نئی شانیں دیکھنے میں استعمال کر سکتا ہے اور اگر چہ صرف چار صفات کا ذکر ہے مگر امرِ واقعہ یہ ہے کہ ان چار صفات میں خدا تعالیٰ کی تمام صفات موجود ہیں اور اب دیکھیں کہ اس چھوٹی سی سورۃ کو ام الکتاب کہا گیا ہے اور قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کی تمام صفات کی بحث ہے۔ پس کیسے اسے ام الکتاب کہہ سکتے ہیں اگر اس میں خدا تعالیٰ کی صفات میں سے صرف چار بیان ہوں۔ سوائے اس کے کہ وہ چاروں صفات اُمّ الصفات ہوں اور یہی امر واقعہ ہے۔ ان چار صفات کے ایک دوسرے کے عمل کے ساتھ اور ان کی جلوہ گری میں آپ کو خدا تعالیٰ کی تمام صفات دکھائی دے سکتی ہیں۔

پس اُمّ الکتاب کا صرف یہ مطلب نہیں کہ سورۂ فاتحہ میں مضامین ہیں۔ ان میں ہر لفظ جو بیان ہوا ہے وہ ماں کا درجہ رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی چار صفات ام الصفات ہیں۔ عبادت کا مضمون خدا سے تعلق کے لحاظ سے ہر مضمون کی ماں ہے۔ یہ وہ رستہ ہے جس کے ذریعے خدا سے تعلق قائم ہوتا ہے اور اس کے بغیر کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ تو زندگی کے کسی دائرے میں بھی خدا سے تعلق ہو خواہ بظاہر آپ نماز پڑھ رہے ہوں یا نہ پڑھ رہے ہوں، وہ حقیقت میں عبادت ہی ہے جس کے ذریعے تعلق قائم ہو سکتا ہے اور اس مضمون کو حضرت اقدس محمد ﷺ نے ہمارے سامنے اس طرح کھول کر بیان فرما دیا جب فرمایا کہ اگر تم بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالتے وقت یہ سوچتے ہوئے لقمہ ڈالو کہ خدا راضی ہو گا اور خدا چاہتا ہے کہ تم اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو اور اس سے حسن سلوک کرو تو تمہارا یہ فعل بھی عبادت بن جائے گا۔ تو اب دیکھ لیں اس چھوٹی سی مثال میں ہر انسانی زندگی کے ہر عمل کو عبادت میں تبدیل کرنے کا کتنا عظیم الشان نسخہ فرما دیا گیا ہے اور تعلق صرف نماز کے ذریعے قائم نہیں ہوتا بلکہ ہر آن انسان کے گردوپیش ہونے والے واقعات اور اس کے تجارب کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت کا ایک تعلق ہے۔ انسان اپنے گردوپیش میں ہونے والے واقعات سے متاثر ہو کر جو بھی ردعمل دکھاتا ہے وہ ردعمل عبادت کا رنگ بھی اختیار کر سکتا ہے اور عبادت سے دور بھی ہٹ سکتا ہے۔

پس اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں تعلق باللہ کی ماں بیان ہوگئی ہے۔ یعنی اس ایک لفظ کے اندر اس ایک عہد میں کہ اے خدا تیرے سوا ہم کسی کی عبادت نہیں کریں گے، تیری کریں گے اور صرف تیری کریں گے، تیری ہی عبادت کرتے ہیں کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔ غیر کی عبادت کا انکار کرتے ہیں۔ اس اقرار میں ہر تعلق باللہ کی جان ہے اور اس کو آپ جتنا وسیع کرتے چلے جائیں گے اتنا ہی زیادہ آپ اس کے مطالب سے استفادہ کرتے چلے جائیں گے۔ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں بھی بظاہر آپ غیروں سے سوال کرتے ہیں۔ بچہ ماں سے سوال کرتا ہے، باپ سے چیز مانگ لیتا ہے، دوست دوست سے چیز مانگ لیتا ہے اس میں اور اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں فرق کیا ہے؟ اس فرق میں جب آپ غور کریں گے تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ دوست کی حیثیت، ماں کی حیثیت، باپ کی حیثیت، بچے کی حیثیت جب تک یہ حیثیتیں اصل مقام پر قائم نہ ہوں اور خدا کے مقابل پر ان کے مقام انسان کے پیش نظر نہ ہوں، اگر ان کے ضائع ہونے کے باوجود خدا باقی رہتا ہو اور ان کا حسن اور ان کی خوبیاں

یوں دکھائی دیتی ہو جیسے خدا کا حسن اور خدا کی خوبیاں ان میں منعکس ہو رہی ہوں تو پھر ان سے مانگنا خدا ہی سے مانگنا بن جائے گا اور غیر اللہ سے مانگنا نہیں رہے گا لیکن اگر ان کے مقام بگڑے ہوئے ہوں اور ان کے مقامات اللہ تعالیٰ کے مقام سے الگ ہوں اور اس راہ پر نہ ہوں تو پھر یہ شرک کے آلات بن جائیں گے۔

پس قبلہ کو قبلہ نما کہنا اس مضمون کی وضاحت کر رہا ہے۔ جب ایک عبادت کرنے والا قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے تو اس لئے وہ مشرک نہیں ہے کہ قبلہ جس طرف بنا ہوا ہے وہاں موجود عمارت اس کے تصور میں ہی نہیں آتی۔ گویا وہ ہے ہی نہیں صرف منہ اس طرف کیا جاتا ہے لیکن نشانہ بالآخر خدا کے قدم ہیں۔ جن کی عبادت کے سامنے انسان اپنا سر جھکاتا ہے۔ پس اس پہلو سے جب انسان حمد کے مضمون پر نگاہ ڈالتا ہے اور گردو پیش سب پیاری چیزوں کو اس طرح سمجھنے لگتا ہے کہ ان کی اپنی کوئی حقیقت نہیں میرے خدا ہی کا حسن ہے تو اس کے بعد ان سے استعانت کرتا ہے تو اس استعانت سے کوئی بھی خاص توقع نہیں ہوا کرتی نہ بھی ملے تو اس کو کوئی بھی فرق نہیں پڑتا اور اس کے مانگنے میں ایک استغنا پایا جاتا ہے ایک عظمت پائی جاتی ہے اور جھک کر گر کر نہیں مانگتا وہ جانتا ہے کہ خدا نے ہی اس کو دیا ہے اگر یہ نہیں دے گا اور خدا نے مجھے دینا ہوگا تو ہزار رستے اس کے دینے کے ہیں ان گنت راہیں ہیں جن سے وہ مجھے عطا کر سکتا ہے۔ تو عرفان جتنا جتنا بڑھتا چلا جاتا ہے اتنی اتنی ہی نماز میں لذت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور عرفان بڑھانے کے لئے بہت غیر معمولی علم کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر انسان کا اپنا علم عرفان پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اب کائنات پر غور کرنے کے لئے ایک سائنس دان کا غور بہت وسیع ہوگا اگر اسے خدا تعالیٰ عرفان کی آنکھیں ہی نہ دے تو بڑے سے بڑے علم کے باوجود اس کو حمد کا مضمون سمجھ نہیں آئے گا لیکن ایک معمولی، انسان ایک چرواہا، ایک گڈریا ایک زمیندار کاشت کاریا ایک مزدور اگر بصیرت کی نظر رکھتا ہو تو وہ اپنے روزمرہ کے کاموں میں بھی خدا کی حمد دیکھ سکتا ہے اور حمد کے ترانے گا سکتا ہے۔

پس علم سے حمد ضرور بڑھتی ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن علم کے بغیر بھی عرفان نصیب ہو سکتا اگر انسان خدا تعالیٰ کی جستجو کرے اور اس کے حسن کی تلاش کرے تو کوئی جگہ، ایک مقام بھی ایسا نہیں جہاں سے جستجو کرنے والا خدا تعالیٰ کا حسن نہ دیکھ سکے اور وہی حسن ہے جو دراصل حمد میں تبدیل

ہوتا ہے جس کے بعد انسان بے اختیار کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پھر روزمرہ کے انسان تجارب ہیں، خوشیاں ہیں، غم ہیں، خوف ہیں ان کے نتیجے میں روزانہ نماز کے یہ سات لفظ جو میں نے بیان کئے ہیں یہ نئے نئے مضامین سے بھرے جا سکتے ہیں۔ایک شخص کا ایک بچہ فوت ہو جاتا ہے اور کوئی صدمہ پہنچتا ہے اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ اب ہم کس طرح سچے دل سے حمد کریں یہ کہنے والے صرف اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے دماغ میں حمد اور شکر ایک ہی مضمون کے دو نام بن چکے ہوتے ہیں اور اکثر لوگ حمد صرف شکر کے معنوں میں کہتے ہیں ان کو پتا ہی نہیں ہوتا کہ حمد ہے کیا تو کہتے ہیں اب تو ہمارا نقصان ہو گیا ہے اب تو ہم صدمے کی حالت میں ہیں یا خوف کی حالت میں ہیں ہم کیسے حمد کر سکتے ہیں لیکن وہی وقت حمد کرنے کا ہوتا ہے۔

کیونکہ ایک محمود چیز ان کے ہاتھوں سے چلی گئی ہوتی ہے ایک ایسی چیز ان کی روح سے کھوئی جاتی ہے جس کے ساتھ ان کی کوئی حمد وابستہ ہے اور وہ وقت ہوتا ہے یہ یاد کرنے کا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حمد تو اصل میں خدا کی ہے خدا نے یہ حمد تھوڑی سی بخشی تھی عارضی طور پر وہ قابل ستائش تھا لیکن جس نے حمد عطا کی تھی وہ میرا ہے اور ہمیشہ میرے ساتھ رہنے والا ہے وہ کبھی مجھے چھوڑنے والا نہیں پس نقصان سے کچھ صدمہ تو ضرور ہوتا ہے لیکن اگر صدمہ کو انسان عارضی سمجھ لے یعنی حقیقت میں عرفان کی روح سے تو وہ صدمہ عارضی بن جاتا ہے اور اگر اس کی حمد ہمیشہ کے لئے اس سے وابستہ ہو چکی ہو اور خدا کے علاوہ ایک باطل بت کے طور پر ایک شخص سے پیار کرنے لگے تو اس کا نقصان بھی ہمیشہ رہے گا اور اس سے پتا چلے گا کہ اس نے خدا کے علاوہ کسی اور شخص سے دائمی حمد منسوب کر دی تھی۔ پس دیکھیں کہ ایسے صدمے کے بعد اس کی پہلی نماز کی پہلی رکعت بے اختیار اس کی توجہ اس کی طرف مبذول کرا دیتی ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ روز تمہیں یہ سبق دیا گیا، روز تم نے غور سے پڑھا، جانتے ہوا چھا بھلا کہ خدا کے سوا کسی کی کوئی حمد نہیں ہے تو اگر یہ چیز ضائع ہوئی تو خدا ہی نے تو حمد عطا کی تھی اس لئے اگر کوئی حمد عطا کرنے والا اپنی چیز واپس لیتا ہے تو واپس کرتے وقت بھی شکر یہ ادا کیا جاتا ہے شکوہ کا وقت نہیں ہوا کرتا۔آپ نے کسی کو کوئی چیز استعمال کے لئے دی ہو اور جب آپ واپس لیں تو وہ آگے سے گالیاں دینے لگ جائے یہ چیز ابھی تو تم نے دی تھی اب واپس لے کر جا رہے ہو تو آپ کا اس کے متعلق کیا تاثر ہو گا لیکن اگر وہ شریف النفس ہو گا تو وہ

واپس دیتے وقت بھی شکریہ ادا کرے گا لیکن یہ شکریہ تبھی ادا ہوسکتا ہے اگر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پر نظر ہو جس کو انسان مالک کل سمجھتا ہے اسی کا شکریہ ادا کیا کرتا ہے اور اس کے واپس لینے پر کوئی ناراضگی پیدا نہیں ہوسکتی جتنی دیر اس نے موقع دیا غنیمت ہے اس کا احسان ہے تو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ نے اس حمد کا خدا تعالیٰ کی صفات کے ساتھ تعلق خوب کھول کر بیان کر دیا۔ یہ مطلع کر دیا کہ اگر خدا کو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سمجھو گے تو اس کے ساتھ وابستہ ہر حمد ہمیشہ حمد کی ہی حالت میں دکھائی دے گی۔ اگر اس کو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ نہیں سمجھو گے تو بعض موقعوں پر، حمد کے اہل نہیں رہو گے جب کسی پہلو سے ابتلا پیش آئے گا کوئی چیز تم سے واپس لی جائے گی تم آپ جو مالک بن بیٹھے ہو گے ہمیشہ کے لئے اپنا بنا چکے ہو گے، ہمیشہ کے لئے اس کے ہو چکے ہو گے تو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پھر کہاں رہا۔ خدا تو اس کی ملکیت سے پھر الگ ہو گیا۔ پس سورہ فاتحہ میں انسان کی سوچوں کے جتنے پہلو بھی ہیں ان تمام کی سیرابی کی گئی ہے انسان کی ہر تشنگی کو دور فرمایا گیا ہے ممکن نہیں کہ کوئی انسان سورۃ فاتحہ پر سے غور کرتے ہوئے گزرے اور کسی قسم کے تشنگی باقی رہے یا اکتاہٹ محسوس ہو۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو یہ فرمایا کہ جب یہ کہو کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ تو اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں یہ معنی سامنے رکھ لیا کرو کہ اے خدا تیری عبادت کی نیت تو ہے لیکن کی نہیں جاتی اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ مدد بھی تجھ ہی سے مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا اور پھر آہستہ آہستہ تمہاری عبادت صحیح مقام پر کھڑی اور صحیح قائم ہو جائے گی۔

پس یہ مضمون جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا بہت وسیع ہے اور ایک خطبے میں تو ناممکن ہے کہ اس کا پورا حق ادا کیا جاسکے میں نے کوشش کی ہے کہ مختصراً آپ کو سمجھاؤں کہ عرفان سے نماز میں لذت پیدا ہوتی ہے اور اس کے لئے محنت کرنی پڑے گی۔ بات سمجھنے کے باوجود اچانک آپ کی نماز زندہ نہیں ہوسکتی جن دانوں میں رس نہ رہا ہو اور وہ اگر زندہ ہیں اور درخت سے تعلق رکھتے ہیں تو معاً علاج کے بعد ان میں رس نہیں بھرا جا سکتا وقت لگتا ہے اور محنت کرنی پڑتی ہے پس اللہ تعالیٰ نے انسان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ: يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ (الانشقاق: ۷) کہ اے انسان! تو خدا کی طرف محنت کر رہا ہے یعنی وہ انسان مخاطب ہے جو

خدا کو پانے کے لئے محنت کرتا ہے۔ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ كَدْحًا تجھے بہت محنت کرنی پڑے گی اور بہت محنت کر رہا ہے ہم تجھے یہ یقین دلاتے ہیں کہ تیری یہ محنتیں ضائع نہیں جائیں گی۔ فَمُلٰقِيْهِ تو ضرور اس رب کو پالے گا جس کی خاطر تو محنت اور جدوجہد کرتا ہے۔ تو عبادت کے باہر کے دوراز ے پر پہنچنے کی بجائے واپس عبادت کے مرکز کی طرف لوٹیں اور اپنی محنتوں کو جاری رکھیں اور خدا سے دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ محنتوں کی بھی توفیق عطا فرمائے اور محنتوں کو پھل بھی لگادے۔ یہاں تک کہ نماز آپ کے لئے لذتوں کا ذریعہ بن جائے، بوریت اور اکتاہت کا باعث نہ رہے۔